OPEN ACCESS

AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 33-40

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی محدثانہ جلالت

Extraordinary Expertise of Khawaja Nizam ud Din Awliya in Hadtih

Hafiz Mudassar Farooq

Research Scholar, Al-Idrak Research Center, Lahore

Dr. Saeed Ahmad

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Punjab University, Lahore

Abstract

After the arrival of the last messenger and divine Book, it was felt necessary to explain hadiths and the Qur'an to the people who came later. The Companions and successors of the prophet did this task perfectly so as a result, a group of scholars and Sufis was formed and carried forward this goal. Keeping in view this background and by qualitative analysis of thorough literature, this paper explores one of the personality of above mentioned group of intellectuals whose keen interest was serving mankind had righteous way of preaching Islam named as "Khwaja Nizam ud Din Auliya". This short piece of writing focuses on his expertise for "ilm al-ḥadīth". It is helpful for breaking the myth that Sufis were unaware about Shariah knowledge and their ultimate task is rushing towards jungle for special Ibadah. Khwaja Nizam ud Din Auliya (R.A) not only explained Hadiths but also knew its validity and reliability. This Article pays high tribute to his services for divinity that gave everyone a chance to learn and acquire knowledge.

Key Words: Subcontinent, Sufism, Nizam ud Din Auliya, ilm al-ḥadīth, Expertise.

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے عظیم ترین بزرگ تسلیم کیے جاتے ہیں۔ مؤرخین کے نزدیک حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج

شکر رحمۃ اللہ علیہ نے چشتیہ سلسلہ کو بکمال و تمام منظّم فرمایا اور حضرت سلطان المشائخ نے اس سلسلہ کو عروج و کمال بخشا اور ہمہ جہت ترقی عطا فرمائی۔ جس طرح پھولوں کے وجود پر گلستاں رشک کناں رہتا ہے اور ان کی عطر بیز مہک سے ساری فضا معطر رہتی ہے، بعینہٖ اسی طرح حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کی ذات والا صفات کے وجود مسعود پر کائنات نازاں ہے اور آپ کے فیوض و برکات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے اور بیگانے سبھی کو نہ صرف یہ کہ سیراب کرتا ہے بلکہ خلائقِ عالم کی روحانی بالیدگی کا سامان بھی کیے ہوئے ہے۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اس لحاظ سے بھی قابل صد رشک ہیں کہ آپ کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ اسوہ حسنہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا پرتو نظر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم المرتبت شخصیت ہر سطح پر پوری انسانی برادری کے لیے رہبر اور رہنما کی حیثیت رکھتی ہے۔ ذیل میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح اور علم الحدیث میں آپ کی عالمانہ بصیرت پر چند سطور قلمبند کی جارہی ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کا مہینہ اور دن تو قطعیت کے ساتھ معلوم ہے، لیکن تعیین سال کے بارے میں اختلاف ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ کی ولادت ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کو ہوئی۔ اس کی جانب خود حضرت نے بھی ایک ملفوظ میں اشارہ فرمایا ہے:

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا گیا کہ لوگ ماہ صفر کے آخری بدھ کو منحوس سمجھتے ہیں، آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تبسم فرمایا اور جواب ارشاد فرمایا:

> ”ہاں، لوگ اس دن کو منحوس تصور کرتے ہیں، لیکن وہ نہیں جانتے کہ یہ دن بڑا سعادت مند ہے۔ آج کا دن بہت ہی مبارک ہے، چنانچہ اگر اس دن فرزند پیدا ہوتا ہے تو وہ بزرگ بنتا ہے“۔[۱]

اکثر تذکرہ نگاروں نے ۶۳۶ھ کو سال ولادت تسلیم کیا ہے۔[۲]

اگر ۶۳۶ھ کو سال ولادت درست تسلیم کیا جائے تو آخری بدھ ۲۴ صفر ۶۳۶ھ کو واقع ہوا تھا، اس اعتبار سے آپ علیہ الرحمۃ کی تاریخ ولادت اکتوبر ۱۲۳۸ء متعین کی جاسکتی ہے۔[۳]

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے اسم مبارک کی مناسبت سے محمد رکھا گیا۔ تاہم اس عالمِ رنگ و بُو میں آپ نے اپنے القابات کی بدولت شہرت پائی۔ آپ کے مشہور القابات میں ”نظام الدین“، ”محبوب الٰہی“، ” سلطان المشائخ“، ”سلطان الاولیا“ اور

"سلطان السلاطین" وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے گلستانِ حیات کی تقریباً پانچ بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے۔(۴) اس طرح والد بزرگوار کے وصال کے بعد تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا پر عائد ہو گئی۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو ابتدائی تعلیم کے حصول کے لیے مکتب میں داخل کروایا۔ بدایوں میں ایک مشہور بزرگ قاری تھے، جن کا نام شادی مقری تھا جو صاحبِ ہفت قرات تھے۔ لہٰذا حضرت نے قرآن پاک کی تعلیم قاری شادی مقری سے حاصل کی۔(۵) بعد ازاں صرف و نحو کی ابتدائی کتب کے ساتھ ساتھ اوسط درجے کی کتب کی تعلیم بدایوں کے ممتاز علمائے کرام سے حاصل کی۔(۶)

بی بی زلیخا رحمۃ اللہ علیہا نے خوب سوچ و بچار کے بعد خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو عالمِ با عمل اور تقویٰ و پرہیز گاری کے پیکر حضرت مولانا علاء الدین اصولی علیہ الرحمۃ کے سپرد کیا۔ مولانا اصولی علیہ الرحمۃ نے بڑی محبت اور بزرگانہ شفقت سے خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تربیت کی اور انھیں ذوقِ معنوی سے آگاہ کیا۔ خواجہ صاحب نے مولانا اصولی علیہ الرحمۃ سے دیگر کتب کے علاوہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب "قدوری" کا درس بھی لیا۔ قدوری جیسی فقہ کی معتبر کتاب کی تکمیل کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شفیق و کریم استاد مولانا علاء الدین اصولی نے فرمایا:

> "چونکہ تم ایک معتبر اور عظیم کتاب کی تکمیل کر چکے ہو، لہٰذا تمھیں اپنے سر پر دستار باندھنی چاہیے"۔(۷)

دستار بندی کے بعد بھی حضرت محبوب الٰہی نے بدایوں میں مزید تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اور مولانا علاء الدین اصولی رحمۃ اللہ علیہ سے علم لغت کی تحصیل فرمائی۔

تقریباً سولہ برس کی عمر میں خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی رسمی تعلیم مکمل ہو گئی اور اب انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے دلّی کا رخ کیا، جو علم و فضل اور کمال و ہنر کا مرکز بنا ہوا تھا۔ چنانچہ سولہ سال کی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ بدایوں سے دہلی آ گئے۔(۸) دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ مولانا شمس الدین کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔(۹) آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شمس الدین سے خوب علمی و فنی استفادہ کیا اور عربی ادب کی مشہور ترین کتاب "مقامات حریری" کو مکمل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ماہرِ حدیث، وحیدِ عصر حضرت مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے "مشارق الانوار" کا درس مکمل کیا، جو ایک ہندوستانی

عالم مولانا رضی الدین صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ احادیث طیبہ کا عظیم مجموعہ ہے۔ یہ اولین ایسا مجموعہ ہے جس میں "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" سے بحذفِ اسناد دو ہزار دو سو چھیالیس احادیث جمع ہیں۔ "مشارق الانوار" برصغیر میں اپنے عہد کا انتہائی مقبول و معروف اور معتبر و مستند مجموعۂ احادیث ہے۔[(۱۰)]

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں تقریباً تین، چار سال تک مسلسل حصولِ تعلیم کے لیے جدوجہد کی اور تمام علومِ متداولہ میں کمال حاصل کیا۔ دہلی میں آپ کے یہ ابتدائی تین چار برس بڑی محنت اور ریاضت سے گزرے۔ جلد ہی علمائے شہر کے حلقے میں ان کی ذہانت، برجستہ گوئی اور وفورِ علمی کا شہرہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ زمانۂ طالب علمی میں ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ "بحاث" اور "محفل شکن" جیسے مقتدر القاب سے معروف ہو گئے۔[(۱۱)]

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی محدثانہ جلالت

دیگر علوم کی طرح حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کو حدیث رسول مقبول ﷺ سے بھی غیر معمولی شغف تھا۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ تقریباً چوبیس سال کی عمر میں جملہ علوم متداولہ کی تحصیل سے فراغت پا چکے تھے، لیکن تحصیل علم کی طلب ابھی تک آپ کے اندر موجود تھی۔ یہی سبب ہے کہ خلافت و اجازت پا جانے کے بعد بھی کئی سال تک آپ رحمۃ اللہ علیہ حصول علم حدیث میں مصروف رہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو آپ سے دین و دعوت کی عظیم خدمات لینی تھیں اور اس کے لیے اعلیٰ پیمانے پر کافی و شافی علم واستعداد لابدی تھی، چنانچہ آپ نے اس وقت کے مشہور عالم اور ماہر حدیث مولانا کمال الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ اور منظم طور پر علم حدیث حاصل کیا اور فن حدیث میں کامل مہارت کے حصول کے بعد محدث عصر مولانا کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی سند حدیث حاصل کی۔ مولانا کمال الدین نے اپنے دست خاص سے آپ کے لیے سند نامہ تحریر فرمایا تھا[(۱۲)] اور یوں ۲۱ ربیع الاول ۶۷۹ھ میں حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سندِ حدیث سے نوازے گئے۔[(۱۳)]

حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ نے حدیث نبوی ﷺ کا عمیق نظری سے مطالعہ کیا اور اس کے ساتھ ساتھ صوفیۂ کرام کے خیالات و تصورات کا بھی بنظر غائر مشاہدہ فرمایا ہے، چونکہ خود بھی صوفی ہیں اور طبقۂ صوفیہ سے عاشقانہ و والہانہ وابستگی و وارفتگی رکھتے ہیں، اس لیے صوفیۂ کرام کے عام تصورات میں سے جب کسی تصور کو حدیث نبوی ﷺ کے خلاف سمجھتے ہیں، تو آداب کو

ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے صوفیہ کے اقوال سے اختلاف کرتے ہیں اور حدیث نبوی ﷺ پر عمل کو ترجیح دیتے ہیں۔

ایک موقع پہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ کا واقعہ بیان فرمایا کہ جب نیشاپور پر تاتاری مغلوں نے حملہ کیا تو حاکم شہر نے حضرت عطار علیہ الرحمۃ سے درخواست کی کہ دعا فرمائیں کہ یہ بلا ٹل جائے۔ خواجہ عطار علیہ الرحمۃ نے جواب ارشاد فرمایا:

> "وقت دعا گذشت، وقت رضا است، یعنی بلائے خدا نازل شد تن بہ رضا باید داد۔"(۱۴)
>
> (یعنی دعا کا وقت گزر چکا، اب رضا کا وقت ہے۔ اب اپنے آپ کو خدا کی مرضی کے حوالے کر دو۔)

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکایت کو بیان فرمانے کے بعد جو حکیمانہ قول ذکر فرمایا، وہ دراصل خواجہ عطار علیہ الرحمۃ کے نظریہ سے اختلاف ہے، لیکن ادب کے طور پر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف کا اظہار کیے بغیر وہ بات بیان فرما دی، جو حدیث نبوی ﷺ کے گہرے مطالعہ کے بعد شیخ علیہ الرحمۃ نے فہم حاصل کیا تھا۔ آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

> "بعد از نزول بلا ہم دعا باید کرد، اگرچہ بلا دفع نشود اما صعوبت بلا کم شود۔"(۱۵)
>
> (مصیبت نازل ہونے کے بعد بھی دعا کرنی چاہیے، اس دعا کی صورت میں اگرچہ مصیبت دور نہ بھی ہو، پھر بھی مصیبت کی تلخی کم ہو جاتی ہے۔)

اس اختلاف کی بنیادی وجہ وہ حدیث نبوی ﷺ تھی جو شیخ علیہ الرحمۃ کے پیش نظر تھی، کیونکہ حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ نے ہر حال میں دعا کی اہمیت واضح فرمائی ہے، سرور عالم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

> "إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ مِمَّا نَزَلَ وَمِمَّا لَمْ يَنْزِلْ، فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللهِ بِالدُّعَاءِ"(۱۶)
>
> (بے شک دعا اس مصیبت میں بھی فائدہ پہنچاتی ہے جو نازل ہو چکی ہو اور اس مصیبت میں بھی جو نازل نہ ہوئی ہو۔)

علاوہ ازیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے صبر اور رضا کے مابین فرق واضح فرمایا:

"صبر یہ ہے کہ مصیبت کو برداشت کرے اور اس کی شکایت نہ کرے جبکہ رضا یہ ہے کہ اس مصیبت پر ناگواری بھی محسوس نہ کرے، گویا کہ مصیبت نازل ہی نہیں ہوئی۔"(۱۷)

مزید فرمایا کہ علمائے متکلمین رضا کے اس مفہوم سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس بات کا تصور کرنا محال ہے کہ مصیبت آئے اور اس کا احساس بھی نہ ہو، ایسا ہونا فطرت کے خلاف ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اس اعتراض کا جواب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ مثال کے طور پہ کوئی شخص تیزی سے کہیں جا رہا ہو اور راستے میں اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے اور خون بہنے لگے، لیکن اس جلدی سے جانے والے کو عجلت کی وجہ سے تکلیف کا خیال ہی نہیں رہتا۔ بعد ازاں جب وہ منزل مقصود پہ پہنچتا ہے تو اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا ہے۔ لہٰذا اگر جسمانی مشغولیت، تکلیف سے بے خبر رکھ سکتی ہے تو خدائے بزرگ و برتر کی یاد میں جس کا دل مشغول ہو، اسے کسی مصیبت کا احساس نہ ہو، تو اس میں کیا تعجب ہے؟(۱۸)

دعا اور بلا کے تصادم اور ٹکراؤ کی متکلمانہ بحث کرتے ہوئے شیخ علیہ الرحمۃ عربی زبان میں فرماتے ہیں، جس کا فارسی ترجمہ خواجہ حسن سنجری علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"بلا چون نازل مے شود دعا از فرو وبالا مے رود و ہر دو در ہوا یک جا متعارض می شود، اگر دعا را قوت باشد بلا را باز گرداند و گرنہ بلا فرود آید۔"(۱۹)

(یعنی جب بلا نازل ہوتی ہے تو دعا اوپر بلند ہوتی ہے اور دونوں آپس میں متصادم ہوتے ہیں۔ ٹکراؤ کی صورت میں اگر دعا زیادہ قوی اور طاقتور ہو تو وہ اپنی قوت کے باعث بلا کو واپس بھیج دیتی ہے جبکہ دعا کے کمزور ہونے کی صورت میں بلا نازل ہو جاتی ہے۔)

در حقیقت مذکورہ بالا اصول حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے تلوار اور ڈھال کے تصادم پر قیاس کرنے کی صورت میں اخذ کیا ہے۔ جس طرح ڈھال اور تلوار کے تصادم کی صورت میں اگر ڈھال مضبوط ہو تو تلوار کو واپس بھیج دیتی ہے، و گرنہ خود کٹ جاتی ہے، اسی طرح مذکورہ بالا

صورت میں بھی مصیبت کے ساتھ دعا کا ٹکراؤ ہوتا ہے اور دعا کی قوت کے باعث مصیبت سے نجات مل جاتی ہے، وگرنہ مصیبت نازل ہو جاتی ہے۔

یہ ایک متکلمانہ اور فلسفیانہ بحث ہے جسے بحسن و خوبی حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اپنے ملفوظات کی صورت میں بیان فرمایاہے، جو بلاشبہ آپ کے بلند پایہ عالم ہونے پہ بیّن دلیل ہے۔

تدریسِ حدیث

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مشغلہ درس و تدریسِ حدیث بھی رہاہے، البتہ وعظ و نصیحت، تزکیہ و تربیت اور ذکر و فکر کی مشغولیت کی وجہ سے آپ باضابطہ درس و تدریس جاری نہ رکھ سکے، لیکن کبھی کبھار کتب تصوف کے علاوہ "مشارق الانوار" کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ خواجہ امیر حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس میں درس حدیث کا ذکر کیاہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> "خواجہ نوح جو قرابت کا شرف رکھتے تھے، سامنے بیٹھے ہوئے تھے اور مشارق الانوار پڑھ رہے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح فرمارہے تھے۔ اس حدیث کا بیان چل رہا تھا کہ اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے منہ میں تھوک یا بلغم آئے اور وہ اس کو تھوکنا چاہے تو اسے چاہیے کہ قبلے کی طرف نہ تھوکے اور نہ ہی دائیں جانب کہ اس جانب فرشتہ رہتاہے۔ بائیں جانب یا پاؤں کے پاس اس طرح یہ عمل کرے کہ عملِ کثیر نہ ہو۔ صرف اتنا کرنے سے نماز خراب نہیں ہوتی۔"(۲۰)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں مطالعۂ حدیث کی بجائے فقہ کے مطالعہ پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ دارالحکومت اور دیگر علمی مراکز میں تحصیلِ فقہ کا بڑا چرچا تھا کیونکہ اس کے مطالعے سے ملازمت کے حصول میں آسانی ہوتی تھی، فقہ پڑھنے والا کہیں نہ کہیں قاضی مقرر ہو جاتا تھا۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی عمر میں فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی اور قاضی ہونے کے خواہش مند بھی تھے، مگر شیخ نجیب الدین متوکل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> "تو قاضی مشو چیزی دیگر شو"(۲۱)
>
> (تم قاضی نہ بنو کچھ اور بن جاؤ۔)

چنانچہ حضرت شیخ نے علمِ حدیث پر توجہ کی اور علم قرآن کی طرح اس میں بھی کمال حاصل کیا۔

عمومی طور پر کتبِ تصوف میں احادیث طیبہ کے بارے میں تحقیق و تدقیق سے کام نہیں لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سہولت پسندی کی بناء پر یہ بات مشہور ہو گئی کہ صوفیہ کی بیان کردہ احادیث غیر معتبر ہوتی ہیں، لیکن یہ کمزوری حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے ملفوظات میں نظر نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کبار میں سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کا علمی مقام و مرتبہ آپ کی ولایت کی طرح ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے اور یہ امتیازی حیثیت آپ کے تحقیقی اور محدثانہ ذوق کامل کی وجہ سے نمایاں ہوتی ہے۔ ڈاکٹر خلیق احمد نظامی کے بقول:

> "کشف المحجوب کی سطریں جن ہاتھوں نے لکھی ہیں اور فوائد الفواد کے جملے جس زبان سے بولے گئے ہیں، ان کے عظیم المرتبت محدثین ہونے میں شبہ کرنا علم و دیانت کے خلاف ہے۔ فوائد الفواد پڑھتے وقت تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علم حدیث کا ایک ناپیدا کنار سمندر موجیں مار رہا ہے۔"(۲۲)

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ اصول مسلمہ ہے کہ جو احادیث بخاری و مسلم میں ہیں، وہ صحیح احادیث ہیں۔ یہ اصول آپ علیہ الرحمۃ نے اس وقت بیان کیا، جب ملفوظات کے مرتب حضرت امیر حسن سجزی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد سے سوال کیا:

حضرت والا! یہ حدیث کیسی ہے؟

"الکریم حبیب اللہ وان کان فاسقا"(۲۳)

(سخی اللہ کا دوست ہوتا ہے، اگرچہ وہ فاسق ہی کیوں نہ ہو۔)

جواب میں آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا:

لوگ اسے نقل تو کرتے ہیں۔

ایک صاحب بولے کہ چہل حدیث کے مجموعہ میں اسے نقل کیا گیا ہے۔

آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

"آنچہ در صحیحین است، آں صحیح باشد۔"(۲۴)

(جو کچھ صحیحین میں ہے، وہ صحیح ہے۔)

آپ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کے باب میں بڑی احتیاط فرماتے تھے۔ ایک موقع پہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"اگر کوئی حدیث تمھارے سامنے پڑھی جائے اور تمھیں اس کے بارے میں شبہ ہو تو یہ نہ کہو کہ یہ حدیث نبی اکرم ﷺ کی نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ حدیث ہی ہو، البتہ یوں کہنا مناسب ہے کہ یہ حدیث مشہور اور معتبر کتبِ حدیث میں درج نہیں ہے"۔ (۲۵)

حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ علمی و دینی گفتگو میں احادیث کے بر محل حوالوں سے بڑی معنویت پیدا کر دیتے تھے۔ کسی نے کوئی سوال کیا، ہدایت و رہنمائی چاہی یا کوئی علمی مسئلہ زیر بحث آیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ فی الفور کوئی موزوں حدیث پڑھ کر سائل کی تسلی و تشفی فرما دیتے تھے۔ یہ آپ کی ذہنی برجستگی اور تبحر علمی پر روشن دلیل ہے۔

مشکل احادیث کے مابین تطبیق

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کا حسن یہ بھی ہے کہ اگر دورانِ گفتگو دو ایسی احادیث سامنے آ جاتیں جن میں بظاہر اختلاف ہوتا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ انتہائی مہارت سے ان میں مطابقت پیدا کر کے معنویت کو پوری طرح اجاگر فرما دیتے تھے۔ یوں دو بظاہر متضاد احادیث کے مابین تطبیق کی صورت سامنے آ جاتی تھی اور طالبین کے اذہان میں جنم لینے والے شکوک و شبہات رفع ہو جاتے تھے۔

صائم الدہر کی دو متضاد حدیثوں کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

"مَنْ صَامَ الدَّهْرَ لَا صَامَ وَلَا اَفْطَرَ" (۲۶)

(جس شخص نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے نہ روزہ رکھا، نہ افطار کیا۔)

جبکہ دوسری حدیث پاک میں ہے:

"مَنْ صَامَ الدَّهْرَ ضُيِّقَتْ عَلَيْهِ جَهَنَّمَ هٰكَذَا وَعَقَدَ تِسْعَيْنَ" (۲۷)

(جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس پر دوزخ تنگ ہو گئی اور انھوں نے نوے کی گرہ لگائی۔)

اب ان دونوں حدیثوں کے درمیان کس طرح مطابقت کی جائے گی؟ پہلی حدیث جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جس نے ہمیشہ روزہ رکھا، اس نے نہ روزہ رکھا، نہ افطار کیا۔ اس کے معنی اس طرح ہوں گے کہ جس نے مسلسل روزے رکھے تو ان میں وہ پانچ دن بھی ہوئے (ایام تشریق اور عیدین

کے)، لہٰذا اس نے نہ (مسلسل) روزہ رکھا اور نہ (مسلسل) افطار کیا۔ (یعنی ان پانچ دنوں میں افطار کیا اور باقی دنوں میں رزے سے رہا) اور جس نے متواتر روزے رکھے مگر ان پانچ روز افطار کیا، اس پر جہنم اسی طرح تنگ ہو گی جس طرح نوے کی گرہ۔ یعنی اس شخص کے لیے جہنم میں کوئی گنجائش نہیں ہے جیسے کہ نوے کی گرہ میں کسی چیز کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ (۲۸)

"عقد تسعین" یا "عقد انامل" سے مراد گنتی کا وہ طریقہ ہے جو عہد رسالت مآب ﷺ میں رائج تھا۔ اس طریقہ میں انگشتِ شہادت کے سرے کو موڑ کر انگوٹھے کی جڑ سے ملا دیا جاتا تھا اور اس سے نوے کا ہندسہ شمار کیا جاتا تھا، جب کہ یہاں اس سے مراد تنگ حلقہ ہے، جس سے گزرنا ممکن ہی نہ ہو۔ (۲۹)

گویا کہ مذکورہ دونوں احادیث کا حقیقی مفہوم ایک ہی ہے، ان میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔ ظاہر میں جو تضاد کی کیفیت پائی جاتی ہے، احادیث طیبہ کی وضاحت کے دوران انتہائی خوش اسلوبی سے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے اس اشکال کی وضاحت فرما دی جس سے مفہوم خوب واضح ہو گیا۔

احادیث طیبہ کے لغوی و فنی محاسن

حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ درسِ حدیث کے دوران احادیث طیبہ کے الفاظ کے نحوی اور فنی محاسن بھی آشکار فرمایا کرتے تھے، جو آپ کے ایک ماہر عربی دان ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس سے آپ علیہ الرحمۃ کی علمی قابلیت اور استعداد بھی خوب آشکار ہو جاتی ہے۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مجلس میں اس حدیث پاک کا ذکر آیا:

"اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ" (۳۰)

(روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔)

حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی کہ یہ حدیث اس طرح بھی سنی گئی ہے کہ

"اَلصَّائِمُ لِیْ"

(روزہ دار میرے لیے ہے۔)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تبسم فرمایا اور کہا پھر تو:

"اَنَا اَجْزِیْ لَہٗ"

(میں ہی اس کا بدلہ ہوں، کہنا چاہیے۔)

اس کے بعد ان صاحب کی خود ہی تصحیح فرمائی کہ "اَجْزِی بِہٖ" کی "با"، "لام" کے معنی میں آئی ہے۔(۳۱)

یہ حدیث صحیحین میں مروی ہے۔ کسی بھی روایت میں "اَلصَّائِمُ لِیْ" کے الفاظ نہیں ملتے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیانہ اخلاق کے مطابق ان صاحب کا رد نہیں کیا لیکن اس کی نفی کی طرف اشارہ فرمایا کہ تب تو اَجْزِی لکھونا چاہیے۔

صوفیہ کرام نے اس حدیث طیبہ کے مفہوم میں جو یہ اشارہ نکالا ہے کہ روزے داروں کا بدلہ ذات باری تعالیٰ خود ہی ہے، اس معنی کو حاصل کرنے کے لیے سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے "با" کو "لام" کے معنیٰ میں لیا ہے یعنی روزہ داروں کے لیے میں ہی جزا ہوں۔ اس معنی کو حاصل کرنے کے لیے بعض لوگوں نے فعل معروف "اَجْزِی" کو مجہول "اُجْزٰی" بھی پڑا ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت محبوب الٰہی نے اس شخص کی غلطی پر تبسم فرمایا، اسے سرزنش نہیں کی بلکہ نہایت نرمی اور محبت سے غلطی کی تصحیح فرمادی۔ اصلاح اسی کو کہتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی تشریح و توضیح بڑے دلنشیں انداز سے بیان کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی محی الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حدیث پاک میں آیا ہے:

"صُوْمُوْا الشَّھْرَ وَسِرَّہٗ"(۳۲)

(مہینے کے پہلے اور آخری دن کا روزہ رکھو۔)

یہ حدیث غرائب سے معلوم ہوتی ہے اور اس کے معنی نہایت دقیق ہیں۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

> "اصل میں "شھر" مہینے کے پہلے دن کا نام ہے، جس کو "غرہ" کہتے ہیں، چونکہ یہ دن مشہور ہوتا ہے، لہٰذا اس کا نام "شھر" رکھا گیا، پھر کثرت استعمال کے سبب تمام مہینے کا نام "شھر" ہو گیا۔ یہاں "شھر" سے "غرہ" ہی مراد ہے کیونکہ آگے لفظ "سر" کو اس پر عطف کیا ہے اور "سر" مہینے کے آخری روز کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ مہینے کے اول اور آخر روز کا روزہ رکھو۔"(۳۳)

مذکورہ بالا سوال کے جواب میں اس قدر خوبصورت دقیق علمی وضاحت یقیناً کوئی صاحب علم ہی کر سکتا ہے، جو کہ حضرت سلطان المشائخ علیہ الرحمۃ کا طرۂ امتیاز ہے۔

احادیث طیبہ کے شانِ ورود کے متعلق علمی حقائق

حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی معنویت کے بیان میں ان کی شان نزول بھی واضح فرماتے تھے تا کہ سننے والے کو معنویت کا مکمل ادراک ہو جائے۔ ایک دن خواجہ حسن سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث پڑھی:

"زُرْ غِبّاً تَزْدَدْ حُبّاً"(۳۴)

(ناغہ کر کے آیا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے۔)

دراصل خواجہ حسن کو اس حدیث کے بارے میں کچھ شبہ تھا، لہٰذا انھوں نے حضور والا کی خدمت میں اپنے شبے کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:

کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، ہاں یہ حدیث نبوی ﷺ ہے۔ مزید فرمایا کہ:

"یہ الفاظ نبی اکرم ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمائے تھے۔ وہ ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ناغہ کر کے آیا کرو، پھر حضرت محبوب الٰہی نے اس کی مزید تشریح فرمائی کہ وہ بخار جو ایک دن آتا ہے اور دوسرے دن نہیں آتا، اسے عربی میں "غب" کہتے ہیں۔ سید عالم ﷺ کا ارشاد بھی یہی ہے کہ ایک دن آؤ اور دوسرے دن نہ آؤ۔"(۳۵)

مذکورہ بالا تشریح سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو احادیث کے لغوی و فنی محاسن کے ساتھ ساتھ ان کے شانِ ورود کے متعلق بھی علم حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کی مجلس میں آنے والا کوئی بھی سائل خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا بلکہ وہ اپنا دامن علوم و معارف کے خزانوں سے بھر کے لوٹتا تھا۔

ایک اور موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلَاثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّةُ عَیْنِی فِی الصَّلٰوةِ"(۳۶)

(تمھاری دنیا سے تین چیزیں میرے لیے محبوب بنائی گئی ہیں؛ خوشبو، نساء اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔)

اس کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس حدیث میں ''نساء'' سے مراد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، کیونکہ دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی نسبت رسول اکرم ﷺ کا میلان ان کی جانب زیادہ تھا۔ جب کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، سے مراد حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں کیونکہ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا نماز ادا کر رہی تھیں۔

مزید ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ اس سے نماز مراد لیتے ہیں، مگر یہاں آپ نے ایک لطیف نکتے کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر اس سے نماز مراد ہوتی تو اسے پہلی دو چیزوں پر تقدم حاصل ہوتا۔[۳۷]

یہ ایک ایسی نادر اور لطیف توجیہ ہے کہ اکثر اہلِ علم اس سے نابلد ہیں ۔ یہی خاصہ ہے حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کا، کہ آپ شریعت و طریقت کے جامع شخصیت ہونے کی وجہ سے ایسے نادر اور عمدہ نکات بھی بیان فرمادیا کرتے تھے، جو کہ عقلی استدلال کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

احادیث مبارکہ کی تشریح اور شان نزول کے بیان میں حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ نبی اکرم ﷺ کے حسنِ کلام کی برجستگی اور دل آویزی کی وضاحت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ روزے کی مناسبت سے صبر کا ذکر ہو رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا:

''صبر قید کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اِصبِرُوْا الصَّابِرَ وَاقْتُلُوْا الْقَاتِلَ''[۳۸]

(پکڑنے والے کو قید کرو اور قاتل کو قتل کرو۔)

بعد ازاں اس حدیث کی شان نزول بیان فرمائی کہ سید عالم ﷺ کے عہد مبارک میں ایک آدمی تلوار کھینچے کسی دوسرے آدمی کا پیچھا کر رہا تھا۔ دوسرا آدمی تلوار کشیدہ آدمی کے سامنے بھاگ رہا تھا۔ اچانک ایک اور آدمی آگے بڑھا اور اس نے بھاگنے والے کو پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ تلوار والے آدمی نے اس بھاگنے والے کو قتل کر دیا۔ جب یہ خبر حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچی تو آپ ﷺ نے یہ الفاظ بیان فرمائے کہ روکنے والے کو قید کرو اور قاتل کو قتل کرو۔[۳۹]

محض چار لفظی جملے میں پورا ایک حکم صادر کر دینا جو محکم بھی ہو، انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق بھی ہو اور بلاغت کے کمال کا بھرپور اظہار بھی ہو، سرور کائنات ﷺ کے حسن بیان کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے اعتبار سے سرزمین ہند کے ایک ممتاز محدث تھے اور حدیث رسول مقبول ﷺ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غیر معمولی شغف تھا۔ مزید یہ کہ صوفیہ کے عام تصورات اور حدیث نبوی ﷺ کے مابین مغایرت کی صورت میں حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ حدیث نبوی ﷺ کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ کسی مسئلہ کی وضاحت میں بوقت ضرورت آپ علیہ الرحمۃ متکلمانہ اور فلسفیانہ اشکالات و تصورات کا رد بھی کیا کرتے تھے۔ بظاہر دو مختلف المفہوم احادیث میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ انتہائی مہارت اور حسن و خوبی سے مطابقت پیدا کر کے ان کی معنویت کو پوری طرح اجاگر فرما دیتے تھے۔ حدیث پاک میں آپ کمال احتیاط سے کام لیتے تھے اور موقع محل کے مطابق برجستہ احادیث نبوی ﷺ کے ذکر کے ساتھ کلام میں پختگی پیدا کرتے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ درسِ حدیث کے دوران الفاظِ حدیث کے لغوی، نحوی اور فنی محاسن کو بھی زیرِ بحث لاتے تھے۔ سائل کے جواب کی تشریح و توضیح میں حضرت علیہ الرحمۃ احادیث طیبہ کے شانِ نزول کا بھی تذکرہ فرما دیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں شیخ علیہ الرحمۃ نے ترغیب و ترہیب کے باب میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو مدنظر رکھا ہے اور محدثین کی اسی رائے کو اختیار فرمایا ہے کہ اس باب میں توسع کی گنجائش موجود ہے۔ مذکورہ بالا تمام حقائق کے پیش نظر یقینی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ فقیہ صوفی کے رتبہ پر فائز تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے انہی علمی و روحانی فیوض و برکات کی بدولت آپ کے تلامذہ و خلفاء ایک طرف روحانیت کے شاہ سوار ثابت ہوئے تو دوسری جانب علمی و فقہی میدان میں بھی اپنی قابلیت کا لوہا منوانے میں کامیاب ہوئے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء)، مترجم: خواجہ حسن ثانی نظامی، لاہور، مکتبہ زاویہ، (۲۰۰۳ء)، ۴/ ۲۹۵

۲۔ حسن نظامی، سید، نظامی بنسری، لاہور، زاویہ پبلشرز، (۲۰۰۵ء)، ص:۳۶۶

۳۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ص:۴۰

۴۔ جہاں گیر حسن مصباحی، ڈاکٹر، حیات سلطان المشائخ۔ مہد سے لحد تک، مجلّہ الاحسان، کتابی سلسلہ نمبر ۱۰ (سلطان المشائخ نمبر)، لاہور، ورلڈ ویو پبلشرز، (۲۰۲۰ء)، ص:۱۸۰

۵۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۴/ ۳۳۶

۶۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سید، سیر الاولیاء، دہلی، مطبع محب ھند، (۱۳۰۲ھ)، ص:۴۰

۷۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سیر الاولیاء، ص:۹۵

۸۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سیر الاولیاء، ص:۱۰۰

۹۔ ندوی، ابوالحسن، تاریخ دعوت وعزیمت، ۳/ ۵۵

۱۰۔ (۱) میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سیر الاولیاء، ص:۱۰۱
(۲) محمد اکرام، شیخ، آب کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، ط۔۸، (۱۹۷۹ء)، ص:۲۲۹

۱۱۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سیر الاولیاء، ص:۱۰۱

۱۲۔ سند نامہ کی مکمل تحریر سیر الاولیاء ص:۱۰۴۔۱۰۵ پر مذکور ہے۔

۱۳۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سیر الاولیاء، ص:۱۰۵

۱۴۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۲/ ۲۰۶

۱۵۔ محوّلہ بالا

۱۶۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ، باب منہ، کراچی، مکتبۃ البشریٰ، ۳/ ۱۳۲۲، رقم الحدیث: ۳۵۶۴

۱۷۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۲/ ۲۰۶

۱۸۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۲/ ۲۰۷

۱۹۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۲/ ۲۰۶

۲۰۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۲/ ۲۴۹

۲۱۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۱/ ۱۷۱

۲۲۔ خلیق احمد نظامی، حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ط۔ ا، ص:۳۸
۲۳۔ العجلونی، اسماعیل بن محمد، کشف الخفاء و مزیل الالباس، دمشق، دار الکتب العلمیۃ، (۱۴۲۱ھ)، ۲/۱۲۹
۲۴۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۳/۲۷۰
۲۵۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۵/۴۲۹
۲۶۔ احمد بن حنبل، الامام ،المسند ، غزہ، مؤسسۃ الرسالۃ، ط۔ ا، (۲۰۰۱ء)، باب: حدیث مطرف بن عبداللہ، ۲۶/۲۴۴، رقم الحدیث: ۱۶۳۲۰
۲۷۔ البیہقی، احمد بن حسین بن علی، السنن الکبریٰ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ط۔ ۲، (۲۰۰۳ء)، باب: من لم یر بصرہ الصیام باسا اذا لم یخف، ۴/۴۹۴، رقم الحدیث: ۸۴۷۷
۲۸۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۱/۱۶۲
۲۹۔ اسلم فرخی، ڈاکٹر، دبستانِ نظام، کراچی، فضلی سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، (س ن)، ص: ۵۶
۳۰۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، قاہرہ، دار طوق النجاۃ، ط۔ ا، (۱۴۲۲ھ)، باب: قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا....، ۹/۱۴۳، رقم الحدیث: ۷۴۹۲
۳۱۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد، ۴/۳۹۷۔۳۹۸
۳۲۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن ، بیروت، المکتبۃ العصریۃ، باب فی التقدم، ۲/ ۲۹۹، رقم الحدیث: ۲۳۲۹
۳۳۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سیر الاولیاء، ۱۰۲
۳۴۔ طبرانی، سلیمان بن احمد، ابو القاسم، المعجم الکبیر، قاہرہ، مکتبۃ ابن تیمیہ، ط۔ ۲، باب: حبیب بن مسلمہ الفھری، ۴/۲۱، رقم الحدیث: ۲۸۴۳
۳۵۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد ۴/ ۳۸۴
۳۶۔ النسائی، احمد بن شعیب، السنن، حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ، ط۔ ۲، باب حب النساء، ۷/۶۱
۳۷۔ میر خورد کرمانی، محمد مبارک، سیر الاولیاء، ص: ۱۰۳
۳۸۔ البیہقی، السنن الکبریٰ، باب: الرجل یحبس الرجل الآخر، ۸/۹۱، رقم الحدیث: ۱۶۰۳
۳۹۔ امیر حسن سجزی، فوائد الفواد ۴/ ۳۹۸